قصص النبیین للاطفال

مولانا ابو الحسن علی حسنی ندوی۔ استاذ تفسیر و ادب، دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔

۴۴ صفحے۔ کتابی سائز۔ کاغذ، لکھائی، چھپائی اعلیٰ۔ ملنے کا پتہ: مکتبۂ جمعیۃ التعاون، دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔

اس کا رونا تو اب فضول ہے کہ ہمارا ملک عربوں کے ابر کرم سے گویا محروم رہا اور اس بد قسمت سرزمین کے حصے میں درۂ خیبر سے آنے والے ایسے فاتح آئے جن کی زبان ترکی یا فارسی تھی اور جن کا اسلامی تصور خود واضح اور صاف نہیں تھا۔ ظاہر ہے، ایسے بادشاہوں اور کشور کشاؤں کی سرپرستی میں عربی زبان کس طرح پروان چڑھ سکتی تھی؟ نتیجہ یہ ہوا کہ آغازِ اسلام سے شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۱۴ھ - ۱۱۷۶ھ) سے پہلے تک شمالی ہند میں عربی کے دو چار اچھے لکھنے والے بھی نہیں ملتے۔ شمالی ہند کے مایۂ ناز شاعر آزاد بلگرامی تک کا یہ عالم ہے کہ ان کی شاعری تمام عجمی اور ہندی رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ گجرات و سندھ کے علاقوں سے صرف نظر کر لیجیے، تو کیا دین، کیا زبان، ہر لحاظ سے شمالی ہند میں گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا ——

یہ ایک تلخ سی تاریخی حقیقت ہے۔ خواہ ارباب "غنیمت" اور ملوکیت پرستوں کو اس سے کتنی ہی تکلیف کیوں نہ ہو۔ لیکن ہماری اور آپ کی آرزوؤں سے حقیقتیں نہیں بدل سکتیں۔ اور نہ اسلامی دستور و آئین میں ایسے بادشاہوں کے لیے کوئی جگہ نکل سکتی ہے۔ پر افسوس یہ ہے کہ ہندوستان میں عربی زبان کی یہ بے بسی اب بھی دور نہیں ہوئی اور گو پچاس ساٹھ سال سے صحیح زبان کی ترویج و تعلیم کے لیے مخلصانہ کوششیں جاری ہیں، مگر اب تک خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہو سکی ہے۔ کامیابی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ وہ اصحاب درس ہیں، جو اب تک ارسطو کی سڑی ہوئی ہڈیوں پر فاتحہ خوانی کو "علم" سمجھے بیٹھے ہیں اور ان کے ذہن میں کسی طرح یہ حقیقت اُتر نہیں پاتی کہ کتاب عزیز اور دین کے فہم کے لیے یونانی خرافات سے زیادہ علم عربیت کی ضرورت ہے۔

عربی ذوق کے نشو و نما میں دوسری رکاوٹ اچھی کتابوں کا فقدان ہے۔ مصری ریڈریں اچھی خاصی تعداد میں ملتی ہیں۔ مگر اوّلاً تو ہندوستانی بچوں کے مذاق پر پوری نہیں اترتیں۔ دوسرے ابھی ہمارے ہاں کی طرز کی، با تصویر ریڈروں کے خلاف اچھا خاصا تعصب موجود ہے۔ مصری اور شامی ریڈروں کے علاوہ ہندوستان کے مختلف حصوں میں عربی کے آسان کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ مگر ان کے مصنفوں کے اخلاص اور کوششوں